(30)

کامیابی کے ذرائع

(فرمودہ ۱۴ فروری ۱۹۱۹ء بمقام لاہور)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ العصر کی تلاوت فرمائی :-

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (العصر)

اور فرمایا :-

"انسان کی کامیابی اور اس کی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ قوانین مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو نظر انداز کر کے یا ان کی پروانہ کر کے اگر کوئی انسان چاہے کہ میں کامیاب ہو جاؤں تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دراصل ایک دائرہ کے اندر انسان کو آزاد رکھا گیا ہے، لیکن اس کے باہر وہ کبھی نہیں چل سکتا۔ اور ہر انسانی طاقت کا یہی حال ہے کہ جو حد اس کی مقرر ہے اس سے باہر خواہ انسان کتنا ہی نکلنا چاہے نہیں نکل سکتا۔ مثلاً انسانی قوت ہے۔ بڑے بڑے مضبوط اور زور آور انسان ہوتے ہیں، لیکن ان کی طاقت کی ایک حد بندی ہوتی ہے۔ اس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتے۔ پھر انسانی قد ہیں۔ ان میں اختلاف ہے۔ کوئی بڑا ہے۔ کوئی چھوٹا، لیکن ان کی بھی حد بندی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا قد اتنا ہوتا ہے اور بڑے سے بڑا اتنا۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ پچاس ۵۰ گز کا کوئی انسان مل سکے۔ قصے کہانی کی کتابوں میں تو اتنے قد کے انسان مل جائیں گے۔ مگر دنیا میں جو انسان پائے جاتے ہیں۔ ان میں نہیں ملیں گے۔

پھر ہر علم اور فن کی ایک حد بندی ہے۔ اس سے باہر نکلنا ناممکن ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کے کچھ حدود مقرر ہیں۔ ان کو توڑ کر اگر کوئی چاہے کہ میں خود فائدہ حاصل کر لوں۔ یا اپنے مخالف کو نقصان پہنچا سکوں۔ تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کامیاب اس وقت ہوگا جب ان قواعد کی پابندی کرے گا جو خدا نے مقرر کئے ہیں۔ پس ہر وہ انسان جو کامیاب ہونا چاہے اسے

چاہیئے کہ جس غرض اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہو۔ اس کے لیے دیکھے کہ کون سے ذرائع خدا نے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مقرر کئے ہیں۔

اس وقت جو سورۃ میں نے پڑھی ہے اس میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور میں وہ بات آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ ہم زمانہ کی قسم کھاتے ہیں یعنی ہم زمانہ کو شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ تم دیکھو کہ سارے کے سارے انسان گھاٹے میں ہیں۔ اور جو چیز انسان سے تعلق رکھتی ہے اس میں زوال ہی زوال ہے۔ مگر ایک چیز ہے کہ جس کے پاس وہ ہو اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے نہیں ہٹتا۔ وہ ترقی پر ترقی حاصل کرتا جاتا ہے۔ تنزل کبھی اس کے پاس نہیں آتا۔ اور وہ یہ ہے کہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انسان ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔

بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوگی کہ ایمان لانا۔ اور عمل صالح کرنا کونسی ایسی بات ہے جو معلوم نہیں اور بہتوں کو خیال پیدا ہوا ہوگا۔ کہ یہ تو ایسی بات ہے۔ جس پر ہم پہلے سے عمل کرتے ہیں، لیکن میں اس میں سے آپ کو ایک ایسی بات سنانا چاہتا ہوں۔ جو آپ نے پہلے نہیں سنی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ لوگوں نے پڑھا ہوا ہے کہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ایمان لاؤ اور عمل صالح کرو۔ مگر میں اس کے علاوہ ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس آیت کے صرف وہی معنی نہیں۔ جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ ایک اور بھی ہیں۔ اور اس طرح کہ جب صرف الذین اٰمنوا ہو تو اس کے اور معنی ہیں جب عَمِلُوا الصّٰلِحٰت ہو تو اور، لیکن جب ان دونوں کو ملا کر پڑھا جاتے۔ تو اور معنی ہوتے ہیں اور تمام وہ چیزیں جو خدا نے پیدا کی ہیں۔ ان میں یہی بات پائی جاتی ہے کہ جب خاص وہ مفرد ہوتی ہیں۔ تو ان کا رنگ اور ہوتا ہے اور جب دو چیزیں ملتی ہیں۔ تو تیسرا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس آیت میں ہے۔

میرے نزدیک اور ہر ایک اس شخص کے نزدیک جو عقل سے کام لیگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ ایمان کامل کا نتیجہ اعمال صالح ہوتے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی بات پر انسان ایمان لاتے اور پھر اس کے مطابق عمل نہ ہوں جس کو معلوم ہو کہ یہ زہر کی پڑیا ہے۔ وہ کبھی اسے نہیں کھاتا۔ جس کو معلوم ہو کہ اس بل میں سانپ ہے وہ کبھی اس میں انگلی نہیں ڈالتا۔ اور جس کو معلوم ہو کہ اس جنگل میں شیر ہے وہ ہرگز اس میں نہیں جاتا۔ تو ایمان میں یہ طاقت ہے کہ انسان کو عمل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور ممکن نہیں کہ ایمان اور یقین ہو۔ اور انسان عمل نہ

کرے۔ لوگ اس وقت تک سچے مذہب سے نفرت کرتے ہیں۔ رسولوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی بے قدری کرتے ہیں جب تک انہیں علم اور یقین نہیں ہوتا۔ اگر انھیں معلوم ہو جاتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کا فضل کس قدر وسیع ہے۔ اس کے ساتھ وابستگی کیسی دائمی ہے تو ممکن نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ سے بیگانہ رہیں۔ اسی طرح اگر انھیں یہ معلوم ہو جاتے کہ فلاں خُدا کا رسول ہے اور خدا نے اس کو بھیجا ہے۔ تو ممکن نہیں کہ نہ مانیں۔ پھر جس پر یہ روشن ہو جاتے کہ یہ خُدا کا الہام ہے، اور اس پر چلنے سے ہمارا ہی فائدہ ہے۔ تو ممکن نہیں کہ بے قدری کریں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو دھوکہ لگے اور سمجھے کہ میں ایمان رکھتا ہوں۔ مگر نہ ہو۔ جیسے کسی کے متعلق کہنے کو تو کہدیتے ہیں کہ اس سے محبت ہے، مگر دراصل نہیں ہوتی اور وقت پر حقیقت کُھل جاتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں ایمان ہے مگر ایمان نہیں ہوتا، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایمان ہو اور عمل صالح نہ ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو واقعہ میں ایمان لاتا ہے۔ وہ عمل صالح کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

لیکن اس سورۃ میں خدا تعالیٰ ایمان لانے کے بعد عمل صالح کرنے کی بھی ہدایت فرماتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام تو زوائد سے پاک ہوتا ہے اس لیے جب یہ فرما دیا گیا کہ اٰمنوا۔ تو عمل صالح کرنا اسی میں آ گیا۔ پھر عملوا الصلحت ساتھ فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ جب ایمان لانے والا انسان عمل صالح کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعمال صالح کئے جاتیں تو کیوں اٰمنوا ہی نہ رکھا۔

اس میں ایک حکمت ہے۔ درحقیقت جب اٰمنوا کا فقرہ علیحدہ اور عملوا الصالحات کا علیحدہ ہو تو اس کا وہی مفہوم ہوتا ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔ مگر جب یہ دونوں فقرے ملتے ہیں تو ایک اور معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ گو ایمان اور یقینِ کامل کے نتیجہ میں اعمالِ صالح پیدا ہوتے ہیں اور ایمان وہی ایمان ہوتا ہے جسے انسان یقینی سمجھتا ہے اور پھر اس کے مطابق عمل کرتا ہے مگر بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ چونکہ انسان کی نیت اور موقع شناسی میں نقص ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کامیابی کے حصول کا حقیقی ذریعہ نہیں ہوتا۔ گویا اس کا عمل عملِ صالح نہیں ہوتا۔ اس لیے ضائع ہو جاتا ہے۔ تو ایمان سے یہ تو پتہ لگتا ہے کہ جو لاتا ہے۔ وہ عمل کرتا ہے۔ مگر اس سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ وہ عمل ان ذرائع پر کاربند ہو کر کیا جاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا نتیجہ نکلنے کے لیے مقرر کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت لوگ ایمان لاتے ہیں اور پھر عمل کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ مگر دُنیا میں ذلیل اور خوار ہی رہتے ہیں۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان ذرائع کی طرف

توجہ نہیں کرتے۔ جو خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہوتے ہیں۔ اور جن کے مطابق عمل کرنے سے کامیابی اور فلاح حاصل ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص جس کا ایمان اور یقین ہے کہ زمین گول ہے، اور یہ بھی وہ جانتا ہے کہ بالمقابل امریکہ ہے۔ مگر وہ امریکہ جانے کے لیے بجائے اس کے کہ لاہور سے گاڑی پر سوار ہوکر کسی بندرگاہ پر پہنچے اور وہاں سے جہاز پر سوار ہوکر امریکہ جاتے زمین میں سُرنگ لگاکر امریکہ جانا چاہے۔ وہ کہاں پہنچ سکے گا۔ ناکامی اور نامرادی کے سوا اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے ان ذرائع کو اختیار نہیں کیا جو اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے خدا تعالیٰ نے بناتے ہوتے ہیں۔ تو امنوا وعملوا الصلحٰت میں یہ ارشاد ہے۔ کہ انسان نہ صرف ایمان لاتے اور عمل صالح کرے۔ بلکہ اس کے اعمال ایسے ہوں کہ خدا تعالےٰ نے ان کے لیے جو ذرائع مقرر کئے ہیں ان کے مطابق ہوں۔

بعض لوگ صلاحیت اور مصلحت کے لفظ سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ حالانکہ عربی میں یہ الفاظ ہمیشہ اچھے ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ آجکل لوگ کسی معاملہ کے متعلق جب یہ کہتے ہیں کہ یہی مصلحت ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ منافقت کے طور پر بات کہدی گئی ہے۔ لیکن عربی میں ایسا نہیں ہے۔ عربی میں صحیح اور جائز اور اصل ذرائع کے مطابق جو کام ہوگا۔ اس کے متعلق مصلحت کا لفظ بولا جائیگا۔ تو امنوا وعملوا الصلحٰت کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایمان لائیں۔ اور پھر عمل کریں۔ لیکن وہ عمل صالح ہوں۔ یعنی جس بات پر ایمان لایا ہو اس کے حصول کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو صحیح ذرائع مقرر ہیں۔ ان پر عمل کیا جاتے۔ تو فرمایا۔ اگر ناکامی سے بچنا چاہتے ہو۔ اگر گھاٹے اور نقصان سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تو ایمان لاؤ اور اعمال کرو۔ مگر اعمال صالح ہوں۔ اس طریق کے مطابق ہوں۔ جو خدا نے ان کے لیے مقرر کئے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص ایسے وقت میں جب کہ جہاد ہو رہا ہو۔ کفار مسلمانوں کو قتل کر رہے ہوں۔ لڑائی شروع ہو۔ لمبی نماز پڑھتا رہے۔ تو گو یہ عمل اپنی ذات میں صالح ہے، لیکن موقع اور وقت کے لحاظ سے صالح نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس وقت کامیابی کے لیے جو ذریعہ ہے اس پر عمل نہیں ہوا۔ اور اس سے یہ نہیں ہوگا کہ دشمن بھاگ جاتے۔

دیکھو ہر لحاظ سے سب سے بڑے انسان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ لیکن آپ نے بھی ان دشمنوں سے محفوظ رہنے اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے لیے ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے اسلام کے خلاف تلوار اُٹھائی۔ یہ نہیں کیا کہ نمازیں شروع کر دی ہوں۔ بلکہ آپ کو بھی اس موقع پر تلوار ہی اُٹھانی پڑی۔ اس میں شک نہیں کہ فرصت کے وقت آپ نے کامیابی کے لیے دُعائیں بھی کیں۔

جیسا کہ جنگ بدر میں ایک الگ جگہ دُعا کے لیے بنائی گئی تھی۔ اور اس جگہ آپ نے اتنی دُعائیں کیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا انسان بھی کہہ اُٹھا کہ کیا خدا کا وعدہ آپ کو فتحیاب کرنے کا نہیں ہے آپ نے فرمایا۔ وعدہ تو ہے، لیکن میں اس کے غنا سے ڈرتا ہوں[1]۔ تو میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے دُعا اور نماز ضروری نہیں ہے۔ ضروری ہے لیکن صرف اسی سے دشمن کو دُور نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھو اگر صحابہ کرام دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تلوار نہ اُٹھاتے اور صرف نمازیں پڑھتے رہتے۔ تو کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ کیونکہ اس وقت کامیابی کے لیے عمل صالح یہی تھا کہ تلوار کا مقابلہ تلوار سے کریں۔ اور دشمن کو اس ذریعہ سے خائب و خاسر کر دیں۔

یا اب یہ زمانہ ہے کہ جس میں اسلام کے خلاف قسم قسم کے شکوک اور شبہات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ طرح طرح کے اعتراضات ہو رہے ہیں۔ عجیب عجیب دھوکے دیتے جا رہے ہیں۔ مگر اسکے مقابلہ کے لیے کوئی شخص روزے رکھنے شروع کر دے تو گو روزے رکھنا نیک عمل ہے مگر اس کامیابی کے حاصل کرنے کے لیے عمل صالح نہیں۔ اس صورت میں اس عمل کی صلاحیت باطل ہو جائیگی۔ یوں اگر کوئی روزے رکھتا ہے۔ تو عمل صالح کرتا ہے۔ اس سے اس کے نفس کی اصلاح ہو گی، لیکن مخالفینِ اسلام کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو ذرائع مقرر ہیں۔ اس میں چونکہ یہ داخل نہیں۔ اس لیے اس طرح کامیابی حاصل نہ ہو گی۔ تو صرف ایسا عمل جو اپنی ذات میں صالح ہو کچھ چیز نہیں۔ خالی نماز۔ خالی روزے۔ خالی حج اپنی جگہ ضروری اور صالح عمل ہیں، لیکن اس وقت کے لحاظ سے کامیابی کے لیے جو خدا تعالیٰ نے ذرائع مقرر کیے ہوتے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت علاوہ اس کے کہ صحابہ کرام اپنے نفس کی اصلاح اور صفائی کے لیے عمل کرتے اور دُعا سے کام لیتے تھے۔ مخالفین کے مقابلہ میں کامیابی کے لیے تلواریں بھی اُٹھاتے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی جن ذرائع سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان پر عمل کرنا ضروری ہے نمازیں۔ روزے اور دُعائیں۔ اس کامیابی کے حاصل کرنے میں ممد اور معاون ضرور ہونگے۔ مگر اصل ذرائع پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

مَیں اس وقت آپ لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک اس خدمت میں حصہ نہیں لیا۔ جو خدا کے ماموروں اور خلیفوں کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کے لیے

---

[1] بخاری کتاب المغازی حالات غزوہ بدر و مسلم بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ دوم صفحہ ۱۴۸

لازمی اور ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگوں نے احمدی ہو کر بڑی بڑی اصلاحیں کی ہیں۔ پہلے وہ چور تھے۔ مرتشی تھے۔ جھوٹ بولتے تھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے روزے نہیں رکھتے تھے۔ حج نہیں کرتے تھے۔ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے اور اب شریعت کے ان حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں جو عظیم الشان کام اسلام کی ترقی کا تھا۔ وہ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے نفس میں اصلاح اور ذات میں صفائی تو ضرور پیدا ہو گئی ہے۔ مگر وہ ان فاتحین میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جن کے سر پر قیامت کے دن اس بات کا سہرا ہوگا کہ اُنھوں نے دُنیا میں شیطان کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کی تھی۔ ایسے لوگ ان لوگوں کی مانند ہونگے۔ جو فاتح فوج کے پیچھے چھوٹے موٹے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان میں شامل نہیں ہونگے جن کے متعلق قیامت کے دن اگلی پچھلی نسلوں میں یہ اعلان کیا جائے گا کہ یہ ہیں وہ بہادر جنہوں نے شیطان کا مقابلہ کر کے اسے شکست فاش دی تھی اور اسلام کی صداقت کو دُنیا پر ظاہر کیا تھا۔ یہ وہی لوگ ہونگے جو عمل صالح کرینگے اور ان ذرائع پر عمل پیرا ہونگے۔ جو خدا نے اس زمانہ میں کامیابی کے لیے مقرر فرماتے ہیں۔

پس میں آپ لوگوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ جو کام ہم کرتے ہیں۔ وہ ان ذرائع کے مطابق ہے یا نہیں جو خدا نے ہماری کامیابی کے لیے مقرر کئے ہیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارا کام کیا ہے۔ نفس کی اصلاح کے لیے ان احکام پر عمل کرنا ضروری ہے کہ جن سے اعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن میں اس وقت ان فرائض کا ذکر نہیں کرنا چاہتا، جن کے بغیر کوئی مومن ہی نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو مومنوں کے لیے ضروری ہیں۔ ان سے میرا سوال یہ ہے کہ جس فوج میں وہ داخل ہیں۔ اس کا کام کر رہے ہیں یا نہیں اور یہ تو میں بتا چکا ہوں کہ اس فوج کا کام شیطان کے حملے کا دفعیہ اور اسلام کا جھنڈا گاڑنا ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اسلام پر حملہ دلائل کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اسلام میں نقص پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اسلام پر اعتراض اور شکوک پیش ہو رہے ہیں۔ اس لیے اس وقت اس کا دفعیہ قلم اور زبان سے ہی ہو سکتا ہے جس کے لیے بعض باتیں ضروری ہیں۔ مثلاً جو لوگ قلم استعمال کرتے ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لیے مال خرچ کرنا چاہیئے پھر زبان اُس وقت تک چلائی نہیں جا سکتی۔ جب تک دشمن کے حالات سے آگاہی نہ ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ دشمن کے اعتراضات سے واقفیت حاصل کی جاتے اس کے بعد وقت خرچ کر کے قلم اور زبان سے خدمت اسلام ہو سکتی ہے۔ تو اس کام کے لیے مال قربان کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت قربان

کرنے کی ضرورت ہے اور علم کے حصول کی ضرورت ہے۔ ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اس لیے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے۔ کہ جو لوگ خدا کی طرف لوگوں کو بلاتے اور گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ ابتلاء بھی لگے ہوتے ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ چونکہ یہ میری باتیں لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس لیے ان پر کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا تو ان پر خواہ اپنے نفس کے یا رشتہ داروں کے یا اور لوگوں کے ذریعہ ابتلاء آنے ضروری ہیں۔ جن میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کچھ شیطان کی طرف سے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو اس لیے کہ تا دنیا کو دکھائے۔ کہ یہ گو مغلوب اور کمزور تھا، لیکن غالب اور طاقت ور ہو گیا ہے اور شیطان کی طرف سے اس لیے کہ ان باتوں میں پڑ کر اپنے اصل مقصد کو چھوڑ دے۔ اس لیے مومنوں پر ابتلاء ضرور آتے ہیں، لیکن جو ان میں ثابت قدمی دکھاتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لیے فرمایا وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کہ جب ایمان ہوتا اور عمل صالح کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو سکھاتے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ مومن پر جب ابتلاء آتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بات ہی کیا ہے میں خدا کے رستہ میں مر بھی جاؤں تو کیا ہے۔

تو ہر ایک مومن کو یہ باتیں ذہن نشین کرنی ضروری ہیں۔ اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ کیونکہ جب تک یہ نہ ہوں کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔ پس تم لوگ ان کو یاد رکھو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرو کہ اسمیں یہ پائی جاتی ہیں۔ یا نہیں۔ کوئی شخص جو صرف چندہ دیتا ہے اور علم حاصل کر کے تبلیغ نہیں کرتا۔ وہ فاتحین میں سے نہیں ہے۔ یا علم تو حاصل کرتا ہے، لیکن اس کے پھیلانے کے ذریعہ پر عمل نہیں کرتا وہ بھی فاتحین میں سے نہیں ہے۔ یا جو علم کے پھیلانے کے ذریعہ کو تو مہیا کرتا ہے، لیکن اپنے وقت کی قربانی نہیں کرتا۔ وہ بھی فاتحین میں شامل نہیں ہے۔ یا جو ان سب باتوں پر عمل کرتا ہے مگر کسی ابتلاء میں ثابت قدم نہیں رہتا۔ وہ بھی فاتحین میں شامل نہیں ہے۔ ہاں جس میں یہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں کہ علم حاصل کرے اس کے آگے پہنچانے کا سامان بہم پہنچائے۔ وقت کی قربانی کرے۔ اس پر جو ابتلاء آئیں ان میں ثابت قدم رہے۔ وہ فاتحین میں شامل ہوگا۔ پس آپ لوگ یاد رکھیں کہ آپ کے ذمہ بہت بڑا کام ہے اور جن کے ذمہ اتنا بڑا کام ہو۔ ان کو بہت زیادہ فکر کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دے کہ ان عقاید پر قائم رہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک صحیح اور درست ہیں۔ اور ان ذرائع پر عمل کرنے کی توفیق بخشے جو کامیابی کے لیے مقرر ہیں۔"

(الفضل ۲۵ فروری ۱۹۱۹ء)

❁ ❁ ❁